مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی

''حیات و خدمات''

تحریر:- مولانا محمد رمضان یوسف سلفی ایڈیٹر ماہنامہ صدائے ہوش لاہور

سلطان المناظرین مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی اپنے عہد کی یگانہ روز شخصیت تھے۔ علم و عمل اور فضل و کمال کے اعتبار سے بلند مقام و مرتبے کے حامل تھے۔ ذہن اخاذ اور حافظہ قوی تھا' متحضر فی العلوم تھے' عقل و دانش' فہم و ادراک' تبحر علمی اور کثرتِ معلومات میں مشہور تھے۔ انتہائی ذہین و فطین' نکتہ بین اور نکتہ آفرین مناظر تھے' ان کی علمی و تبلیغی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا' مسلک اہل حدیث کی نشر و اشاعت کیلئے انہوں نے بہت زیادہ تگ و تاز کی اور تمام زندگی یہی کوشش کرتے رہے کہ اس مسلک حقہ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچایا جائے۔ فصیح البیان خطیب و مقرر تھے' انداز گفتگو پر تاثیر اور شیریں تھا' ان کے مواعظ خطبات و اثر انگیزی سے ہزاروں لوگ متاثر ہوئے اور انہوں نے مسلک اہل حدیث کو اپنایا۔ حضرت حافظ صاحب اپنے انہی اوصاف گوناگوں کے باعث لوگوں میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

میں نے حافظ صاحب کو پہلی بار **1979**ء میں دیکھا تھا۔ ہم گاؤں سے ترک سکونت کرکے نئے نئے فیصل آباد کی مشہور کالونی سمن آباد کے علاقے میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس سے متصل نثار کالونی میں جماعت کی بہت بڑی مسجد ہے جس کے بانی مشہور واعظ اور خطیب مولانا محمد عبداللہ نثار ہیں۔ وہاں ان دنوں بہت بڑا تبلیغی جلسہ ہوا تھا جس میں حضرت حافظ صاحب تشریف لائے تھے۔ مجھے میرے ماموں زاد جلسہ سنانے کیلئے خصوصی طور پر اپنے ہاں لے کر آئے تھے۔ گرمیوں کا موسم تھا' محمدی مسجد کے وسیع صحن کے شمالی جانب سٹیج بنایا گیا تھا۔ رات گئے حافظ صاحب کا خطاب شروع ہوا یہ تو مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کس موضوع پر تقریر کی تھی لیکن اتنا یاد ہے کہ انکا خطاب بڑا موثر' مدلل اور دلنشین تھا۔ اس میں شب برات اور ''حلوہ خور'' گروہ کے مولویوں کی حلوہ خوری کا ذکر کیا گیا تھا جس سے لوگ از حد محظوظ ہوئے تھے۔ اس وقت حافظ صاحب کا سراپا کچھ اس طرح کا تھا' پورا قد' خوبصورت چہرہ' کھلی پیشانی' موٹی موٹی چمکدار آنکھیں' تیکھی ناک' سفید داڑھی' کرتہ اور تہبند زیب تن' سر پر کلے کے اوپر پگڑی سادہ وضع قطع دیکھنے میں درویش منش۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے ان کا وعظ سنا اور زیارت کی' حقیقت ہے کہ میں ان سے بے حد متاثر ہوا۔

> قیام پاکستان سے قبل دہلی میں ایک مناظرہ آریہ سماج سے ہوا کہ قرآن سے ثابت کرو ''اللہ ہندو ہے یا مسلمان'' حضرت حافظؒ نے سورۃ بقرہ کی ان آیات کو تلاوت فرمایا جس میں گائے ذبح کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر آپؒ فرمانے لگے اگر اللہ ہندو ہوتا تو کبھی گائے ذبح کرنے کا حکم نہ دیتا۔ یہ سن کر آریہ مناظر خاموش ہو گیا۔

یہ آج سے **21** سال پہلے کی بات ہے اس کے بعد متعدد بار مجھے ان کا وعظ سننے کا موقع ملا اور انہیں سلام کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ انتہائی محبت و خلوص اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ ہمارے ہاں (جامع مسجد اہل حدیث نثار کالونی میں) وہ اکثر تشریف لاتے' دیر تک لوگ ان سے دینی مسائل دریافت کرتے اور وہ بڑے مدلل طریقے سے جواب دیتے اور سمجھاتے۔ ان میں تکبر و نخوت نام کی کوئی چیز نہ تھی وہ

مسلک کے سچے مبلغ اور داعی تھے جو بھی کوئی ان سے دینی مسئلہ پوچھتا توبڑی توجہ سے سوال سنتے اور اس کا جواب دیتے۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان سے مستفید ہوتا رہا ہوں۔ **1990**ء کی گرمیوں میں وہ محمدی مسجد نثار کالونی میں تشریف لائے رات کو دیر تک مجلس رہی مختلف مسائل زیر بحث آئے' اپنے خادم خاص محترم یونس صاحب سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے " رمضان صاحب کو دین کا علم حاصل کرنے کا بڑا شوق ہے ان کا ایڈریس نوٹ کر لیں ان کو " تنظیم اہل حدیث " بھجوا کریں گے۔"

افسوس کہ نہ اب ایسی علمی مجلس سننے کو ملے گی اور نہ ہی ایسے نیک طینت علمائے دین آئیں گے کہ جن کا مطمع نظر فقط دین کی اشاعت اور عمل بالحدیث کا فروغ تھا۔

آپ آیئے جماعت کے اس عظیم المرتبت عالم دین کے حالات زندگی اور ان کی خدمات سے آگاہی حاصل کریں۔

مولانا عبدالقادر روپڑی **1920**ء کے آخر میں امرتسر کی تحصیل اجنالہ کے گاؤں کمیر پور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ عبدالواحد اور دادا کا اسم گرامی روشن دین تھا۔ یہ سب بزرگ بڑے نیک طینت اور صاحب ورع و تدین' عمدہ خصائل لوگ تھے۔ ان عالی قدر افراد میں مولانا حافظ عبداللہ روپڑی نے بڑی شہرت دوام حاصل کی اور نیک نام ہوئے۔ ہمارے ممدوح حافظ عبدالقادر ان کے سگے بھتیجے تھے۔

حافظ صاحب نے دینی تعلیم جامعہ اہل حدیث روپڑ میں حاصل کی' **2** سال کی مدت میں قرآن پاک حفظ کیا اس وقت ان کی عمر **10-11** سال تھی۔ تمام مروجہ علوم اپنے عم محترم حضرت العلام مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی سے پڑھے اور صرف و نحو کی کتب حافظ محمد حسینؒ اور مولانا قادر بخش سے پڑھیں۔ **16** سال کی عمر میں تمام دینی علوم سے فراغت حاصل کر کے سند حاصل کی۔ مولانا حافظ عبداللہ روپڑی مرحوم نے اپنے اس بھتیجے کی خاص طور سے تربیت فرمائی تھی اور انہیں دینی علوم میں یگانہ روزگار بنا دیا تھا۔

تحصیل علم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حافظ عبدالقادر مرحوم نے اسلام کی حقانیت اور توحید و سنت کی اشاعت کیلئے " میدان مناظرہ" کا انتخاب کیا۔ صغر سنی ہی میں علمی مجلسوں اور تحقیقی محفلوں میں شریک ہونے لگے تھے۔ مباحثہ و مجادلہ میں تیز اور مناظرے میں حاضر جواب تھے' ان کے اسلوب بحث اور انداز گفتگو سے کبار علماء بھی حیران تھے۔ مخالف مناظر کو یہ آڑھے ہاتھوں لیتے تھے اور دلائل و براہین سے اسے لاجواب اور خاموش کر دیتے۔

انہوں نے بریلوی' دیوبندی' شیعہ اور چکڑالویوں کے علاوہ ہندو' آریہ سماج' مرزائی اور عیسائیوں سے کامیاب مناظرے کئے اور فتح یاب رہے۔

قیام پاکستان کی تحریک آزادی میں آپؒ نے بھرپور طریقے سے حصہ لیا آپ مسلم لیگ روپڑ کے صدر تھے۔ آپ نے تقاریر کے ذریعے لوگوں کو پاکستان کا ہم نوا بنایا۔ تحریک کے سرگرم رکن ہونیکے ناطے پابند سلاسل بھی کئے گئے۔

قیام پاکستان سے قبل دہلی میں جماعت غرباء اہلحدیث کے جلسے میں حافظ صاحب کا ایک تاریخی مناظرہ آریہ سماج سے ہوا تھا۔ جس میں آریہ مناظر نے سوال کیا کہ قرآن سے ثابت کرو "اللہ ہندو ہے یا مسلمان؟" حافظ صاحب نے سورہ بقرہ سے ان آیات کی تلاوت کی جن میں گائے ذبح کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ آیات قرآنی پڑھ کر حافظ صاحب نے کہا کہ اگر اللہ ہندو ہوتا تو کبھی گائے ذبح کرنے کا حکم نہ دیتا۔" یہ سن کر آریہ مناظر لاجواب ہو گیا۔ یہ میدان بھی حافظ صاحب کے ہاتھ رہا۔

اس کے علاوہ بھی انہوں نے بہت سے تاریخی مناظرے کئے۔ مناظر اسلام شمشیر بے نیام مولانا احمد دین گکھڑوی سے ان کا خاص تعلق اور بھائی چارہ تھا۔ اکثر ان کے واقعات اور لطائف سناتے۔ مناظروں میں حافظ صاحب کے بڑے بھائی حافظ محمد اسمٰعیل اور ان کے چچا مولانا حافظ عبداللہ روپڑی مرحوم ان کی معاونت کیا کرتے تھے۔ حافظ عبدالقادر وسیع المطالعہ عالم دین تھے اکثر مطالع میں مصروف رہتے۔ بہت اچھے واعظ اور مبلغ تھے' پاکستان کا شائد ہی کوئی شہر یا قریہ ہو جہاں انہوں نے اپنی خطابت کا جادو نہ جگایا ہو۔ کسی زمانے میں ان کی بڑی شہرت تھی اور لوگ بڑے ذوق و شوق سے انہیں جلسوں میں مدعو کرتے اور ان کی تقریر سنتے۔ حافظ صاحب بھی بغیر کسی نخرے کے دور دراز کے علاقوں میں پاپیادہ پہنچے اور وہاں توحید و سنت کے وعظ سے لوگوں کو مستفید کیا۔ حجاز مقدس سے انہیں خاص محبت و عقیدت تھی' سعودی امراء انکا بڑا احترام کرتے تھے۔ جبکہ سعودی علمائے کرام میں انہیں انتہائی قدر و

تحصیل علم سے فراغت کے بعد حضرت حافظ صاحبؒ نے اسلام کی حقانیت اور توحید کی اشاعت کیلئے "میدان مناظرہ" کا انتخاب کیا۔

منزلت حاصل تھی۔ سعودی عرب جاتے تو وہاں رم شریف اور مسجد نبویؐ میں وعظ کہتے' سعودی، علومت نے ان کو حرمین شریفین میں تقریر کرنے کی کھلے عام اجازت دے رکھی تھی۔ حضرت حافظ صاحب کی دینی اور سیاسی خدمات کا دائرہ وسعت پذیر ہے۔ قیام پاکستان سے انہوں نے آزادی کی تحریک میں بھر پور حصہ لیا۔ آپ مسلم لیگ روپڑ کے صدر تھے ضلع انبالہ میں بہت کام کیا اور تقریروں کے ذریعے لوگوں کو پاکستان کا ہم نوا بنایا۔

روپڑ میں ان کی کارکردگی کا اندازہ اس سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ 1946ء کے الیکشن میں پندرہ ہزار مسلم ووٹوں میں سے صرف ایک ووٹ مسلم لیگ کے خلاف گیا۔ تحریک آزادی کے سرگرم کارکن ہونے کے ناطے پابند سلاسل بھی کئے گئے۔ انہیں انبالہ جیل میں قید رکھا گیا تھا۔ یہ کل 35 آدمی تھے اور انہیں "B" کلاس دی گئی تھی۔ جیل کا سپرنٹنڈنٹ ایک متعصب ہندو تھا اور اس کا نام کالیا تھا۔ حافظ صاحب نے اپنے ساتھیوں کو باجماعت نماز ادا کرنے کا مشورہ دیاوہ سب آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر متفق ہوگئے۔ اب نماز کیلئے اذان کہنے کا مشورہ ہوا' حافظ صاحب نے جیل حکام کی مخالفت کی پروا کئے بغیر عشاء اور فجر کی اذانیں کہیں۔

صبح "کالیا" کو اہلکاروں نے شکایت کردی کہ یہ رات اذانیں کہتے رہے ہیں۔ کالیا نے یہ سن کر پوچھ کچھ شروع کی' حافظ صاحب نے ان کو کہا کہ میں اپنے پیارے نبیؐ کا حکم مانتا ہوں تمہارے حکم کا پابند نہیں ہوں کالیا یہ الفاظ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور پھر اس نے مسلم قیدیوں کو علیحدہ علیحدہ چکیوں میں بند کر دیا۔ کالیا یہ کاروائی کر کے مطمئن ہو گیا لیکن ان ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ سب اپنی اپنی کوٹھری میں علیحدہ علیحدہ اذان کہیں گے۔ اب جو نماز کا وقت ہوا تو پہلی چکی سے اذان ہوئی پھر دوسری چکی سے اذان کہی گئی اس طرح باری باری 30 چکیوں سے اذانیں ہوئیں۔ جس میں گھنٹہ ڈیڑھ لگ گیا۔ جیل میں کہرام بپاہ ہو گیا' ہندو اور سکھ گھبرا اٹھے اور کہنے لگے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان بن گیا ہے آخر جیل حکام نے ان کو ایک اذان کہنے کی اجازت دے دی۔ حافظ صاحب کو سات سال کی قید ہوئی تھی لیکن بعد میں جب حکومت اور مسلم لیگ میں صلح ہوگئی تو حافظ صاحب سمیت تمام سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے۔ تقسیم ملک سے چند روز پہلے علاقہ روپڑ کے ہندو ایس ڈی ایم لکشمی چند نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ "حافظ عبدالقادر جہاں ملے اس کو گولی مار دو" اس حکم کے پیچھے سیاسی مقاصد کار فرما تھے اور روپڑ میں مسلم لیگ کو کمزور کرنا تھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے حافظ محفوظ رہے اور کوئی بھی ان کا بال بیکا نہ کر سکا۔ قیام پاکستان کے موقع پر روپڑی خاندان کو کٹھن حالات سے گزرنا پڑا اس کا اندازہ اس سے کرلیں کی اس خاندان کے 17 افراد سکھوں اور ہندوؤں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ 1947ء میں مولانا حافظ عبداللہ روپڑی مرحوم اپنے بھتیجوں حافظ محمد اسمٰعیل' حافظ عبدالقادر اور خاندان کے دیگر افراد کو لیکر لاہور آگئے۔ یہاں چوک دالگراں میں انہوں نے مسجد قدس اہلحدیث کی بنیاد رکھی جامعہ اہل حدیث قائم کی اور ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث کی اشاعت ازسر نو شروع کی۔ حافظ عبدالقادر روپڑی مرحوم نے بھی اس مدرسے اور مسجد کی تعمیر و ترقی میں خوب بڑھ چڑھ کر خدمت سرانجام دی۔ نامساعد حالات کے باوجود وہ دعوت کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے پاکستان کے بلادو امصار میں جاکر توحید و سنت کی تعلیم کو بیان کرنا شروع کردیا۔ قیام پاکستان کے بعد ملکی سیاست میں انہوں نے بھر پور حصہ لیا اور ملک کے اندر جتنی بھی دینی تحریکیں شروع ہوئیں ان میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں انہوں نے سرگرمی سے حصہ لیا اور دیگر علمائے کرام کے شانہ بشانہ ساتھ چل کر اس تحریک کو کامیاب بنایا۔

1974ء میں نواب زادہ نصر اللہ خاں کے اصرار پر "پاکستان جمہوری پارٹی" میں شامل ہوئے۔ 1977ء کی تحریک میں اس پارٹی کے نائب صدر بھی رہے۔ تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حافظ صاحب نے

حضرت حافظ روپڑیؒ فصیح البیان خطیب و مقرر تھے ان کا انداز گفتگو پر تاثیر اور شیریں تھا۔ ان کے مواعظ و خطبات کی اثرانگیزی سے ہزاروں لوگ متاثر ہوئے اور انہوں نے مسلک اہل حدیث کو اپنایا۔

کلیدی کردار ادا کیا اس باعث ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ ایک ماہ لاہور جیل میں قید رہے' ایک ماہ پنڈی جیل میں بند رکھا گیا۔ آخر میانوالی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ راجہ ظفر الحق اور جماعت اسلامی کے چوہدری رحمت الٰہی بھی ان کے ساتھ ہی جیل میں قید تھے۔ تحریک نظام مصطفیٰ نے صحیح معنوں میں زور ان کی گرفتاری کے بعد پکڑا تھا۔ حافظ عبدالقادر روپڑی مرحوم ضیاء الحق کے دور میں رکن مجلس شوریٰ' مشیر وفاقی شرعی عدالت اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے رکن رہے۔ حکومت کی طرف سے ان کو صدارتی تمغہ حسن کارکردگی بھی دیا گیا تھا۔ سابق صدر ضیاء الحق مرحوم اور میاں نواز شریف ان کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔ دیگر مکاتب فکر کے علماء بھی انکو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

بلاشبہ حافظ روپڑی اس دور کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ انہوں نے وعظ و تقریر اور مناظروں کے ذریعے اسلام اور مسلک کی بڑی خدمت کی۔ مسلک اہلحدیث کے بارے میں وہ بڑے حساس اور نازک خیال رکھتے تھے۔ جس کسی نے بھی مسلک اہلحدیث سے متعلق بات کی فوراً اس کا جواب دیا۔ وہ ایک سچے مسلمان اور مسلک اہلحدیث کے ترجمان تھے۔ قرآن و حدیث کی اشاعت ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ نہایت خلیق' ملنسار' منکسر مزاج' مرنجاں مرنج اور باغ و بہار طبیعت کے انسان تھے۔ ان کی گفتگو کا انداز نرالا تھا ہر بات میں مزاح کا پہلو نکال لیتے۔ ان کی مجلس میں بیٹھنے والا ان کی باتوں سے محفوظ ہوتا اور بہت سے علمی جواہر پارے اپنے دامن میں سمیٹ لیتا۔ اس عالم اجل کی زندگی حرکت و عمل کا دلکش مجموعہ تھی۔ انہوں نے اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔ عرصہ سات سال سے بیمار تھے۔ گزشتہ دو سال سے تو مرض نے ان کو بہت زیادہ تکلیف میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود میں نے جب بھی ان کو دیکھا بستر پر لیٹے ہوئے بھی محو مطالعہ ہوتے۔ کوئی کتاب' رسالہ یا اخبار پڑھ رہے ہوتے۔ عیادت کے لئے آنے والوں کے ساتھ خوش طبعی فرماتے اور کبھی بھی خود کو یہ احساس نہ ہونے دیتے کہ وہ بیمار ہیں۔ عبوست و یبوست ان سے کوسوں دور تھے ہر وقت ان کے لبوں پر مسکراہٹ رہتی۔ بڑے لطیف پیرائے میں بات کرتے' بسا اوقات ایک جملے میں بہت بڑی بات کہہ دیتے۔

حافظہ مثالی تھا آخری وقت تک یاداشت درست رہی۔ بینائی بھی ٹھیک تھی میں نے ان کو کبھی نظر کا چشمہ لگاتے نہیں دیکھا۔ طویل عرصہ مختلف عوارض کے تھپیڑے سہئے کے بعد علم و عمل کا یہ آفتاب **6** دسمبر **1999**ء کی شام لاہور میں غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی وفات کے ساتھ ہی ایک عہد کی تاریخ کا باب ختم ہو گیا۔ ایسے عظیم لوگ مدتوں بعد ہی جنم لیتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت حافظ صاحب کی بشری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے۔

آمین یارب العالمین

زناء سے اجتناب کا ایک عجیب واقعہ

امام ابن سیرینؒ ایک خوبصورت نوجوان عالم تھے' شروع شروع میں آپ بزازی کا کام کرتے تھے اور کپڑوں کی گٹھری کندھے پر ڈال کر گلی گلی میں گھوم کر فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ کا گذر ایک ایسی گلی سے ہوا جہاں کہ ایک بیوہ امیر زادی رہا کرتی تھی' اس کی باندیوں کو مالکن کی نیت بد کا پتہ تھا وہ ایسے نوجوان کو تلاش کیا کرتی تھی۔ باندیوں نے مالکہ کو اطلاع دی کہ ایک بڑا خوبصورت نوجوان اس گلی میں کپڑا فروخت کرنے آیا ہے۔ اس نے ایک لونڈی کو بھیج کر امام صاحب کو ادھر بلوایا' امام صاحب کی صورت و حسن و جمال کو دیکھ کر وہ فریفتہ ہو گئی اور کپڑا خریدنے کے بجائے لگاوٹ و محبت کی باتیں کرنی لگی۔ امام صاحب نے زنا کی مذمت پر وعظ و تلقین فرمائی' پھر بھی اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے امام موصوف کے دل میں ایک نئی ترکیب پیدا کی۔ امام صاحب نے ایک سوچے ہوئے منصوبے کے تحت اس سے کہا کہ مجھ کو سخت پاخانہ لگا ہوا ہے۔ مجھے قضائے حاجت کا راستہ بتا دو۔ آپ جب قضائے حاجت کے لئے اس بالا خانہ سے نیچے اترے تو باورچی خانہ وغیرہ کی نالی جو گھر میں سے باہر جاتی تھی تو اس کی سیاہ کیچڑ کو اپنے تمام لباس اور چہرے پر مل لیا اور اسی ہیبت میں اس کے سامنے آ گئے۔ اس نے یہ حرکت و کیفیت دیکھی تو اس کا دل آپ سے اچاٹ ہو گیا۔ امام موصوف اپنی گٹھری اٹھا کر باہر نکل آئے۔ گھر پہنچ کر اپنی بیگم کو سارا ماجرا کہہ سنایا اور خدا کا شکر ادا کیا جس نے اس فتنہ سے محفوظ رکھا۔ (سیر العلماء)